## بلاک 3 اندلس کی روایتی شاعری

## اکائی 2: روایتی شعری فنون (غزل، مدیح)

# اندلس میں غزل

**مضمون کے اجزاء:**

- تمہید اور تعارف۔
- غزل اور جاہلی شاعری۔
- غزل: اسلام کی آمد کے بعد۔
- غزل: اموی دور میں۔
- عذری غزل۔
- اباحی غزل۔
- تقلیدی غزل۔
- اندلسی غزل۔
- اندلسی غزل کے خصائص۔
- اندلسی غزل کے ادوار۔
  - پہلا دور
  - دوسرا دور
  - تیسرا دور
- حاصل کلام
- اندلسی غزل پر المقری کا تبصرہ۔
- اندلس کے اہم غزل گو شعراء۔
- اہم اندلسی شاعرات۔
- ابن زیدون کا غزلیہ قصیدہ: چند اشعار بطور مثال۔
- نمونے کے سوالات۔

- مطالعے کے لئے کتابیں

**تمہید اور تعارف:**

غزل کے معنی محبوب سے باتیں کرنا، اظہار عشق کرنا، جدائی کا شکوہ کرنا ہے۔ غزل شاعری کا ایک ایسا فن ہے، جس میں شاعر معشوق کے لئے اپنے احساسات وجذبات کو شعری پیراہن عطا کرتا ہے۔ شاعر وجدانی کیفیت میں ڈوب کر، اپنے جذبات کی تپش میں جلتے ہوئے، جو اشعار قلم بند کرتا ہے، انہیں غزل کہتے ہیں۔ ان اشعار میں ایسی دلفریبی ہوتی ہے کہ قاری/سامع اس میں کھو جاتا ہے اور اسے تلذذ کا احساس ہوتا ہے۔

عربی میں فنی طور پر، غزل، ایک ایسا غنائی قصیدہ ہے، جس میں قصیدے کے تمام لوازم موجود ہوتے ہیں۔ ان لوازم کی پاسداری کرتے ہوئے، شاعر اپنے مقصد گفتگو سے انحراف نہیں کرتا ہے۔ غزل ایک ایسا قصیدہ ہوتی ہے، جس میں شاعر اپنے محبوب سے جڑی یادوں پر آنسو بہاتا ہے۔ محبوب کے عادات واطوار، اس کی حسن خلقت، اس کی امارت وخوش حالی، خاندانی جاہ ومرتبت، یہ سب شاعر کا موضوع گفتگو ہوتے ہیں۔ ان چیزوں کا شاعر کی ذات پر کیا اثر ہوتا ہے؟ اسی کا شعری اظہار غزل کا دوسرا نام ہے۔ محبوب کا روٹھنا، مان جانا، محبوب سے چھیڑ چھاڑ، محبوب کی طعن و تشنیع، عربی غزل ان سب کا احاطہ کرتی ہے۔ عربی غزل شاعری کی ایک ایسی مکمل صنف ہے، جس میں کسی شاعر کے حسی ادراک کی کیفیت گویا موسیقی کے دوش پر نغمہ سرا ہوتی ہے۔ چوں کہ عربی غزل ایک غنائی قصیدہ ہوتی ہے؛ اس لئے اس کے اشعار کی تعداد کا کوئی حصر موجود نہیں ہے۔ کبھی کبھی کوئی شاعر مختصر قصیدہ کہتا ہے اور کبھی پچاس ساٹھ اشعار تک کا طویل قصیدہ ہو جاتا ہے۔ اردو یا دوسری زبانوں کی غزل سے یہ اس معنی میں مختلف ہوتی ہے کہ یہ ایک مکمل قصیدہ ہوتی ہے، نہ کہ ایک "وحشی صنف سخن"، جس کا ہر شعر معنوی طور پر ایک آزاد جہان کی سیر کراتا ہے۔ عربی غزل کا جہاں ایک مکمل جہاں ہوتا ہے، جس میں اسی کی تلاش میں یا اسی کو برتنے میں لگا رہتا ہے۔ نئے جہانوں کی کھوج عربی کا غزل گو شاعر نہیں کرتا ہے، جب کہ معاصر اردو غزل کا شاعر نئے موضوعات کی طرف اشارہ کرتا ہے، گویا قصیدہ کی صف میں صرف عربی غزل کو شامل کیا جا سکتا ہے۔

**عربی غزل اور جاہلی شاعری:**

عربی میں غزل کے واضح نقوش ہمیں زمانہ جاہلیت کی شاعری نظر آتے ہیں، وہ شاعری جسے عربی ادب کے ذخیرے میں آج بھی سرمایہ افتخار کی حیثیت حاصل ہے۔ مہلہل کے فن قصیدہ گوئی کی ابتدا کرنے کے بعد جو پہلا رواج زمانہ جاہلیت کے شعراء کے یہاں نظر آتا ہے، وہ غزلیہ اشعار سے قصیدے کی شروعات ہے، جنہیں اصطلاحاً تشبیب کہا جاتا ہے۔ معلقات کے مجموعے پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ہر قصیدہ غزلیہ اشعار سے ہی شروع ہوتا ہے۔ محبوبہ کی پرانی جائے قیام، جہاں سے اس کا قبیلہ کوچ کر چکا ہوتا ہے اور اس کے نشانات پر آنسو بہانے سے قصیدہ شروع ہوتا ہے، پھر شاعر فلیش بیک ( Flash

back) میں گزرے دنوں کی یادیں تازہ کرتا ہے۔ محبوبہ کی خوبصورتی اس کا موضوع بنتی ہے، پھر وہ اس کے کردار واخلاق، خاندانی شرافت و مرتبہ پر اشعار کہتا ہے۔ جاہلی شعراء کے یہاں عام طور پر اس کا التزام تھا کہ محبوبہ اس کی اپنی بیوی ہوا کرتی تھی، جس کا وہ باقاعدہ نام لے کر تشبیب کرتا تھا۔ غالبا امرؤالقیس ایسا پہلا شخص تھا جس نے اس روایت سے انحراف کیا اور ایسی خواتین کو موضوع گفتگو بنایا، جن سے اس کا ازدواجی رشتہ نہ تھا۔

زمانہ جاہلیت کے غزل گو شعراء کے یہاں غزل کی دونوں دھارائیں (عذری اور اباحی) موجود تھیں۔ امرؤالقیس کو اباحی غزل میں، تو صعلوک شاعر الشنفری کو عذری غزل میں بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔

**عربی غزل: اسلام کی آمد کے بعد:**

اسلام کی آمد کے بعد عربی غزل بظاہر تھوڑا کمزور ہو گئی؛ کیوں کہ اسلام جس معاشرت کے قیام کے لئے آیا تھا، اس میں لہو و لعب کی گنجائش تو تھی، لیکن کچھ اصولوں کے ساتھ، اس لئے غزل کی وہ شکل جو زمانہ جاہلیت میں تھی، کمزور پڑ گئی۔ پھر بھی غزل کے کچھ اہم شعراء ہیں۔ اس سلسلے میں ابوالمحجن الثقفی اور ابو صخر ہذلی کا نام لیا جاسکتا ہے۔

**غزل: اموی دور میں:**

اموی دور میں غزل کا فن دوبارہ سے پروان چڑھنے لگتا ہے، جیساکہ شاعری کی دوسری اصناف میں ہوا ہے۔ غزل کی دو واضح جہتیں اسی زمانے میں رواج پاتی ہیں، جنہیں اباحی اور عذری کہا جاتا ہے۔

**عذری غزل:**

بنو عذرہ اور بنو عامر میں پروان چڑھی۔ یہ غزل خالص اور پاکیزہ محبت کی فنی اور شعری تعبیر ہے۔ اس میں عفت و طہارت کے بنیادی عنصر کے ساتھ ساتھ جذبات کی حدت ہوتی ہے۔ شکری فیصل نے ان الفاظ میں اس کو بیان کیا ہے:

"الغزل العذري هو المظهر الفني للعواطف المتعففة و الملتهبة في آن معا" (شکری فیصل: ص: 237)۔

عذری غزل میں جمیل بثینہ اور کثیر عزہ کی مثال پیش کی جاسکتی ہے، جن کی محبوبہ پاک دامن ہے، حسن اخلاق جس کا شعار ہے، عذری غزل میں عام طور پر اسلوب نداء کا استعمال ہوتا ہے۔

**اباحی غزل:**

اس غزل کو صریح، حسی، یا حضری بھی کہا جاتا ہے۔ غزل کی یہ قسم محبوب کے ظاہری حسن پر زور دیتی ہے۔ اس میں شاعر کی کئی محبوبہ ہوتی ہیں۔ یہ غزل "دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی" کا مظہر ہوتی ہے۔ واضح لفظوں میں محبوبہ بھی محبوب کے ساتھ اظہار عشق کرتی نظر آتی ہے۔ عمر بن ابی ربیعہ اباحی غزل کا سرخیل مانا جاتا ہے۔

**تقلیدی غزل:**

ایسی غزل کو تشبیب کہا جاسکتا ہے۔ جریر، اخطل، فرزدق جیسے شعراء کے یہاں یہ غزل پائی جاتی ہے۔

**اندلسی غزل:**

غزل کے اس تعارف کے تناظر میں، اگر ہم اندلسی غزل کا جائزہ لیں، اندلس میں، ہمیں یہ تینوں اقسام نظر آتی ہیں۔

اندلس میں مسلمانوں کا تقریباً آٹھ سو سالہ دور حکمرانی مختلف میدانوں میں مثالی اور قائدانہ رہا ہے۔ اندلس کے ماہرین فنون نے ادب و سائنس کے جملہ اقسام میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ جہاں تک عربی شاعری کی بات ہے، یہ مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی شروع ہو گئی تھی۔ آٹھویں صدی عیسوی کی ابتدا ہی میں مسلمان اندلس پہونچ گئے تھے۔ بعض نئی تحقیقات کے مطابق 27ھ میں ہی مسلمان اندلس جا پہونچے تھے۔ چوں کہ یہ مسلمان عرب تھے؛ اس لئے وہ اپنے ساتھ اپنی تہذیب و ثقافت بھی لائے تھے۔ سیاسی استقرار کے ساتھ ہی عربوں نے اپنے جذبات کو شعری قالب عطا کرنا شروع کر دیا تھا۔ مؤرخین ادب عبد الرحمٰن الداخل سے اس کی ابتدا مانتے ہیں، لیکن عرب، عبد الرحمٰن الداخل سے پہلے وہاں جا بسے تھے، اس لئے گمان غالب ہے کہ اندلس میں عبد الرحمٰن الداخل سے پہلے بھی عربی شاعری کا وجود رہا ہوگا، جس پر وقت کی دبیز تہ پڑ گئی۔

اندلس میں عربی غزل ہمیں شروع میں بالکل اسی نہج پر دکھائی دیتی ہے، جو نہج عالم عرب میں رائج تھا۔ پھر وقت کے سفر کے ساتھ غزل کا رنگ و آہنگ بدلا اور اس کے موضوعات میں تنوع پیدا ہوا۔ اس کی غالب وجہ ایسے شعراء کا سامنے آنا ہے، جن کی پرداخت عرب کے بادیہ میں نہ ہو کر اندلس کے مرغزاروں میں ہوئی تھی۔

اندلس کی آٹھ سو سالہ ادبی تاریخ میں غزل کا بہت نمایاں حصہ ہے۔ اس درمیان غزل ایسی صنف سخن بن کر سامنے آئی ہے، جس نے شعراء کو سب سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کیا۔ مختلف سیاسی اور سماجی اسباب کی بنا پر یہ صنف شاعری دیار عرب میں پروان چڑھی شاعری سے کسی طور پر ہیچ نہیں ہے۔ اندلس میں جو ثروت اور جو رنگینیاں تھیں اور جس قسم کی مجالس اور مشاعرے تھے، وہ شعراء کو اس صنف میں طبع آزمائی پر مجبور کرتے تھے۔ پھر شعراء کو حکمرانوں اور اہل ثروت کی سرپرستی بھی حاصل تھی، اس لئے ان کو فارغ البالی کا احساس تھا، جو ایسی شاعری میں بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ امویوں کے عہد

حکومت سے زیادہ، غزل عہد طوائف الملوکی میں پروان چڑھی۔ اس کی واضح وجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتی ہے اور جیسا کہ ایک مؤرخ ادب نے لکھا بھی ہے کہ اندلس ایک نہ ہو کر کئی اندلس میں تقسیم ہو گیا تھا اور تمام علاقوں کے حکمرانوں میں مقابلہ آرائی کی ایک کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ شعراء کی سرپرستی بھی اسی مقابلہ آرائی کی وجہ سے کرتے تھے، چناں چہ غزل خوب پروان چڑھی۔

**اندلسی غزل کے خصائص:**

اندلس میں غزل اسی انداز سے آگے بڑھی، جیسا کہ عالم عرب میں تھا، لیکن کچھ صفات ایسی ہیں جو اندلسی غزل کو عالم عرب کی غزل سے قدرے مختلف بناتی ہیں۔ غزل کی تینوں صورتیں (عذری، اباحی اور تقلیدی) تو اندلس میں موجود ہیں، لیکن متعدد عوامل کی وجہ سے اندلسی غزل کے کچھ امتیازات ایسے ہیں، جن سے صرف نہیں کیا جاسکتا۔

پہلا واضح فرق جو اندلسی غزل میں نظر آتا ہے، وہ بیانیہ کا ہے۔ اندلسی غزل میں اطلال پر گریہ وزاری تو ہے، لیکن اندلسی شاعر کے یہاں اطلال، جامد (Static) نہ ہو کر دوسرے معانی میں مستعمل ہوتے ہیں۔ گویا اندلسی غزل گو شاعر فطرت کے ان مناظر کو، جو اس نے اندلس میں دیکھے، ان کو عرب کی غزل کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا چاہتا ہے اور اس میں وہ پرواز تخیل سے کام لے کر خالص نئی شعری صورت پیدا کر دیتا ہے۔ اندلس کی غزلیہ شاعری نے فطری مناظر سے متاثر ہو کر جو نیا انداز اختیار کیا ہے، وہ اندلسی غزل کو بالکل الگ صورت عطا کرتا ہے۔ ان فطری مناظر کو شعری پیراہن عطا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ زبان اور طرز ادا دونوں میں وسعت پیدا ہو، چنانچہ اندلسی شعراء نے غزل کا مضمون باندھنے میں نئی نئی تشبیہات اور نئے نئے استعاروں سے کام لیا ہے اور غزل کے دامن کو نئے نئے گل بوٹوں اور کشیدہ کاری سے آراستہ کیا ہے۔

ایک مشہور غزل گو شاعر (ابو الربیع سلیمان الموحدی) کہتا ہے:

أقول لركب أدلجوا بسحيرة

قفوا ساعة حتى أزور ركابها

و أملأ عيني من محاسن وجهها

و أشكو إليها أن أطالت عتابها

فإن هي جادت بالوصال و أنعمت

وإلا فحسبي أن رأيت قبابها

پھر ایک اور شاعر ابو حفص عمرو بن عمر واغماتی کہتا ہے:

هم نظروا لواحظها فهاموا

وتشرب عقل شاربها المدام

يخاف الناس مقلتها سواها

أيذعر قلب حامله الحسام

سما طرفي إليها وهو باك

وتحت الشمس ينسكب الغمام

و أذكر قدها فأنوح شوقا

على الأغصان تنتدب الحمام

وأعقب بينها في الصدر غما

إذا غربت ذكاء أتى الظلام

یا پھر ایک شاعرہ ام الکرم /ام الکرام بنت المعتصم بن صمادح کے درج ذیل ابیات (موشحہ):

یا معشر الناس ألا فاعجبوا

مما جنته لوعة الحب

لولاه لم ينزل ببدر الدجى

من أفقه العلوي للترب

حسبي بمن أهواه لو أنه

فارقني تابعه قلبي

غزل کے ان اشعار پر غور کیجئے تو واضح ہو جائے گا کہ کس طرح انوکھے معانی اور نئی طرز ادا سے یہ اشعار عبارت ہیں۔ آسان الفاظ میں معانی کی ادائیگی ان اشعار کا حسن ہے۔

اندلسی غزل میں ایک اور رجحان، جو پیدا ہوا، وہ، محبوب کا، محبوبہ کی جگہ آ جانا ہے۔ جس طریقے سے مشرق میں عہد عباسی میں محبوبہ کی جگہ محبوب نے لے لی، اسی طریقے سے پر اندلس کا غزل گو شاعر بھی چلتا دکھائی دیتا ہے۔ اندلسی غزل میں یہ تبدیلی ہمیں ان اسباب کی بنا پر دکھائی دیتی ہے، جو مشرق میں بھی تھے، دولت کی ریل پیل اور پر تعیش زندگی ذہنوں کو نئے زاویوں پر مرکوز کرتی ہے۔ شعری تجربات بھی اسی سے عبارت ہوتے ہیں، اس لئے موضوع سخن بھی بدل جاتا ہے۔

اندلسی غزل کا ایک اور نمایاں پہلو، خواتین کا اس میدان میں مردوں کے شانہ بہ شانہ چلنا ہے۔ غزل کی تمام جہات میں انہوں نے اپنی شناخت چھوڑی ہے۔ تاریخ ادب میں ایسی بہت سی خواتین کا نام آتا ہے، جنہوں نے غزل کے میدان میں اپنی شناخت

کو مستحکم کیا ہے۔ عذری اور اباحی دونوں طرح کی غزل خواتین کے تجربے میں شامل ہیں۔ مشرق میں ہمیں شاعرات تو نظر آتی ہیں لیکن اندلسی شاعرات کی طرح انہوں نے اپنی شاعری میں ان مضامین کو جگہ کم دی ہے، جو کہ معاشرتی اقدار کے منافی تصور کئے جاتے رہے ہیں۔ اباحی غزل میں اندلسی شاعرات کا حصہ اسی حقیقت کا غماز ہے۔

اندلسی غزل کے خصائص کو اگر مختصراً بیان کیا جائے تو یہ کہنا کافی ہوگا کہ ان کی غزل ایک آزاد معاشرے کی پروردہ ہے؛ اس لئے اس میں بہت سی باتیں ایسی آگئی ہیں جو ایک آزاد معاشرے کا جزو لاینفک ہوتی ہیں۔

**اندلسی غزل کے ادوار:**

اندلسی غزل کو ہم تین ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ اس کی ضرورت اس لئے پڑتی ہے کیوں کہ غزل کا تقریباً آٹھ صدیوں کا سفر کسی ایک محور پر نہ ہو کر اپنی صورت میں تبدیلی پیدا کرتا رہا ہے۔

**پہلا دور:**

اندلسی غزل کا پہلا دور فتح اندلس سے لے کر پانچویں صدی ہجری کے اوائل تک محیط ہے۔ اس دور میں مشرق کی نقالی پر شعرائے غزل کا زور زیادہ ہے۔ عرب سے ہجرت کرکے آنے والوں نے اپنی تہذیب و ثقافت کو رائج کرنے کی غرض سے اسی انداز بیان کو اپنایا جو مشرق میں رائج تھا۔ گویا ایک طریقے سے یہ ان کے اندر مشرق سے یا اپنی اصلی سرزمین سے وابستگی کا اظہار تھا، اور اظہار وابستگی کے ساتھ ساتھ تقلید مشرق بھی۔ مشرق کی اقتداء کی چھاپ ہمیں ابن عبد ربہ القرطبیؒ، ابن ہانی الاندلسی، ابن شہید الاشجعی القرطبیؒ اور ابن دراج القسطلی وغیرہ کی غزل میں زیادہ نظر آتی ہے۔

**دوسرا دور:**

اندلسی غزل کا دوسرا دور مشرق اور مغرب کے امتزاج کا دور ہے، جو پانچویں صدی ہجری میں نمایاں صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ اموی حکومت کے بکھرنے کے بعد معاشرے کا وہ تانہ بانہ، جو مشرق کی نقل پر مرتکز تھا، منتشر ہو جانے اور نئی نئی حکومتیں قائم ہو جانے کے بعد، غزل گو شعراء کو نئے نئے تجربات کرنے کا موقع ملا۔ یہ یہ کہا جائے کہ اس بکھراؤ کی صورت میں جو آزادی میسر آئی تھی، شعراء نے اسے موقع غنیمت جانا۔ چناں چہ غزل کا اسلوب ان کے یہاں بدل گیا، زبان کی صورت بدلنے لگی، مقامی اصطلاحات رائج ہونے لگیں۔ ایسے غزل گو شعراء میں ابن زیدون، ابن عمار، ابن عباد، ابن حداد وغیرہ کا نام لیا جاسکتا ہے۔

**تیسرا دور:**

چھٹی صدی ہجری اور اس کے بعد غزل گو شعراء کا ایک نیا روپ نظر آتا ہے۔ اس عرصے میں انہوں نے اندلسی غزل کی ایک نئی شناخت قائم کی۔ چھٹی صدی ہجری اور اس کے بعد اندلسی غزل مشرق کی غزل سے بالکل مختلف دکھائی دیتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اندلسی شاعری ایک الگ شناخت قائم کر رہی ہے، اور لباس کہن کو ترک کر کے ایک نئے ، منفرد، دیدہ زیب اور دل کش پیراہن سے آراستہ و پیراستہ ہو رہی ہے۔ اس جدید غزل کو گویائی عطا کرنے اور زبان دینے والے شعراء میں ابن حمدیس الصقلی، ابن عبدون الفہری، ابن خفاجہ البلنسی اور ابن سہل الاشبیلی وغیرہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔

## حاصل کلام:

اندلسی غزل کے اس پورے سفر کو اگر دیکھا جائے تو مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ شعرائے اندلس کی غزل، غریب اور بھاری بھرکم الفاظ سے عاری، معانی و مفاہیم میں ربط لئے ہوئے، دقیق استعارات سے متصف اور تخیل کی بلند پروازی کی حامل ہے، جس میں نئی فکری جہتیں ہیں، مبالغہ کم اور بحریں مختصر ہیں۔ ان سب کا مقصد صرف یہ ہے کہ غزل اس زندگی کا ساتھ دے سکے، جو فطرت کے قریب تھی، نغمگی سے بھرپور اور خوشحالی کے مستانہ ساز سے ہم کنار۔

## اندلسی غزل پر المقری کا تبصرہ:

اندلسی تاریخ و ادب پر نفح الطیب جیسی عظیم اور گراں قدر تالیف کے صاحب نظر مصنف نے اندلسی غزل پر جو لکھا ہے، اس کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ المقری کا کہنا ہے:

"وأنهم إذا تغزلوا، صاغوا من الورد خدودا، ومن النرجس عيونا، ومن الآس أصداغا، ومن السفرجل نهودا، ومن قصب السكر قدودا، ومن قلوب اللوز وسرر التفاح مباسم ومن ابنة العنب رضابا"۔

اندلسی غزل پر المقری کا یہ کہنا بلکل بجا ہے کہ اندلسی غزل فطرت کا بیانیہ ہے۔

## اندلس کے اہم غزل گو شعراء میں:

- عبد الرحمٰن اوسط،
- ابن عبد ربہ،
- الرمادی،
- ابن ہانی،
- ابن دراج،

- ابن خفاجہ،
- ابن باجہ،
- ابن طفیل،
- ابن خطیب

وغیرہ کا نام لیا جاسکتا ہے۔ یہ وہ نمائندہ شعراء ہیں جنہوں نے اندلسی غزل کو اس کے مختلف ادوار میں شان عطا کی ہے۔

**اندلس کی اہم شاعرات میں :**

- بثینہ بنت المعتمد بن عباد (العبادیہ)،
- اعتماد الرمیکیہ (المعتمد بن عباد کی زوجہ)،
- غایۃ المنی
- ام الکرم
- ولادہ بنت المستکفی
- حفصہ بنت حمدون
- حمدہ بنت زیاد (معروف بہ حمدہ بنت المؤدب، لقب: خنساء المغرب)
- نزہون الغرناطیہ

وغیرہ کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

اندلسی غزل کے نمائندہ قصیدے کے طور پر ابن زیدون کے قصیدہ نونیہ کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ یہ قصیدہ نہ صرف یہ کہ ابن زیدون کا سب سے مشہور قصیدہ ہے، بلکہ فراق کے موضوع پر عربی ادب کے ذخیرے میں اس کی نمایاں حیثیت مسلم ہے۔ ابن زیدون نے اپنے اس قصیدے کو ولادہ بنت المستکفی سے فراق پر لکھا تھا۔ اس غزلیہ قصیدے کے ابتدائی چند اشعار حسب ذیل ہیں:

أضحى التنائي بديلا من تدانينا

و ناب عن طيب لقيانا تجافينا

ألا وقد حان صبح البينو صبحنا

حين، فقام بنا للحين، ناعينا

من مبلغ الملبسينا، بانتزاحهم

حزنا مع الدهر لا يبلى و يبلينا

أن الزمان الذي ما زال يضحكنا

أنسا بقربهم قد عاد يبكينا

غيظ العدا من تساقينا الهوى فدعوا

بأن نغص فقال الدهر آمينا

فانحل ما كان معقودا بأنفسنا

و انبت ما كان موصولا بأيدينا

وقد نكون وما يخشى تفرقنا

فاليوم نحن وما يرجى تلاقينا

اکیاون (51) اشعار پر مشتمل یہ غزلیہ قصیدہ، عربی غزل کی نمایاں اور منفرد مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

**نمونے کے سوالات:**

غزل کی تعریف کیا ہے؟ مفصل بیان کیجئے۔

عربی میں غزل کی ابتداء پر نوٹ لکھئے۔

اندلسی غزل کے اہم خصائص بیان کیجئے۔

اندلسی غزل کے ادوار کی وضاحت کیجئے۔

عذری اور اباحی غزل کا فرق واضح کیجئے۔

اندلسی غزل کے میدان میں شاعرات پر ایک مضمون لکھئے۔

## مطالعے کے لئے کتابیں:


- شکری فیصل، تطور الغزل بین الجاہلیۃ والاسلام، مطبعۃ جامعۃ دمشق، 1959۔
- شوقی ضیف، تاریخ الادب العربی-الاندلس، دار المعارف، القاہرۃ۔
- فی الادب الاندلسی، رضوان الدایۃ، دار الفکر، دمشق، 2000م۔

# اندلس میں مدیح

**مضمون کے اجزاء:**

- مدیح: لغوی اور اصطلاحی تعریف
- مدح گوئی کی ابتداء
- مدح اور جاہلی شاعری
- مدح صدر اسلام میں
- مدح اموی دور میں
- مدحیہ شاعری کے لوازمات
- اندلس میں مدیح
  - ابتدائی دور
  - دور تکمیل
  - عروج و کمال کا دور
  - مرابطین و موحدین کا دور
  - حکومت غرناطہ کا زمانہ
  - مجموعی نظر
  - اندلسی مدیح کے امتیازات اور شعراء کے طبقات
  - اندلسی مدحیہ شاعری میں مدیح نبوی
  - خاتمہ کلام
  - ممکنہ سوالات
  - مطالعے کے لئے کتابیں

**مدیح: لغوی اور اصطلاحی تعریف:**

م، د، ح، کے مادے سے لفظ مدیح بنا ہے، جس کے مفہوم میں کسی کی تعریف و توصیف، اس کے کمالات کی وضاحت اور اس کے حسن خلق کی تصویر کشی شامل ہے۔ ابن منظور کے مطابق مدح ہجو کی ضد ہے۔ اصطلاح میں، مدیح، کسی ایسے

شعری غنائی قصیدے کو کہا جاتا ہے، جس میں محبوب کا سراپا، شاعر کی نگاہ میں ایک مثالی تصویر کے طور پر سامنے آتا ہے۔ شیریں الفاظ اور ٹھوس بند شوں میں شاعر اپنے ممدوح کی ایسی لفظی تصویر بناتا ہے، جو قاری کے دل پر بہت دیر تک اثر انداز رہتی ہے۔ قصیدہ گو ایسے قصیدے میں نیاز آگیں رہتا ہے اور ممدوح گویا ایسا محبوب ہوتا ہے، جس کے اندر ظاہری اور باطنی دونوں اچھائیاں موجود ہوتی ہیں۔ عام معاشرتی تصورات میں جن اچھائیوں کو کمیاب گردانا جاتا ہے، ممدوح ان سے متصف ہوتا ہے۔ مدحیہ شاعری میں گو کہ تاریخ نویسی مقصود نظر نہیں ہوتی ہے لیکن اس شعری سفر اور پیکر تراشی میں شاعر کی زبان سے ایک تاریخ رقم ہوتی جاتی ہے۔ جہاں ایک طرف شعری تصورات، شاعر کے کمال فہم اور دقت ذوق کا اظہار ہوتے ہیں، وہیں دوسری طرف عام معاشرتی اقدار سے بالاتر مدحیہ قصیدے میں ایک ایسی شخصیت کی تکوین ہوتی ہے، جو حال اور مستقبل کے لئے منارہ نور ثابت ہوتی ہے۔ اسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ایک عرب مفکر نے لکھا ہے: "إن المديح هو من الثناء والإكبار والاحترام، قام بين فنون الأدب مقام السجل الشعري لجوانب من حياتنا التاريخية" (سامی الدہان، مقدمہ کتاب فنون الادب العربی، دار المعارف، ص: 50)۔ عربوں کی شاعری کو دیوان العرب کہا جاتا ہے۔ مدحیہ شاعری بھی اسی دیوان العرب کا تکملہ کرتی ہے۔

**مدح گوئی کی ابتداء:**

عربی ادب کی تاریخ میں کوئی باقاعدہ ایسا لفظ نہیں ہے، جسے مدحیہ شاعری کا آغاز قرار دیا جاسکے۔ زمانہ جاہلیت کے شعری ذخیرے میں مدحیہ قصائید کثرت سے موجود ہیں، لیکن اتنی پختہ شکل میں ہیں کہ عقل کہتی ہے کہ مدحیہ شاعری کا سفر اس سے بہت پہلے شروع ہوا ہوگا۔ شروع کے مدحیہ قصائد پر وقت کی گرد پڑ گئی ہوگی اور مؤرخ ہمارے لئے اس کو محفوظ نہ کر سکا ہوگا۔ عربی کے بعض اہل نظر کے خیال میں، مدح، عربی شاعری میں دوسری اصناف کے بالمقابل بعد میں پیدا ہوئی، ڈاکٹر بدوی نے اسس النقد الادبی میں اسی رائے کا اظہار کیا ہے، جبکہ ایک طبقے کا ماننا ہے کہ مدح شاعری کی قدیم ترین صنف ہے؛ کیوں کہ انسانی معاشرت میں ایسے عوامل، جن کی وجہ سے کوئی شاعر مدحیہ کلام کہتا ہے، شروع سے موجود رہے ہیں۔ ان عوامل میں مافوق الفطرت قوتوں کا تصور بھی شامل ہے، جو شروع سے عرب معاشرے میں بھی رہا ہے۔ یقینا شعراء نے ان قوتوں کی مدح کی ہوگی، یہ الگ بات ہے کہ وہ نمونہ کلام محفوظ نہ رہ سکا۔

مدح کی ابتدائی صوت پر اس گفتگو کے باوجود، اس امر سے اختلاف کی قطعی گنجائش نہیں ہے کہ ایک الگ اور آزاد شکل میں مدحیہ قصائد کا وجود دوسری اصناف سخن کے بعد ہوا ہے۔ غزلیہ قصائد اور فخریہ قصائد میں مدح شامل رہی ہے، جیسا کہ ادب کے ابتدائی ذخیرے پر نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے۔ یہی اس کے وجود کی ابتداء کہی جاسکتی ہے، ورنہ بطور ایک آزاد صنف سخن، مدح کی شناخت بعد کی ہے۔

## مدح اور جاہلی شاعری:

زمانہ جاہلیت کے شعری ذخیرے میں یہ صنف موجود ہے۔ مدحیہ قصائد کی دو واضح جہتیں زمانہ جاہلیت میں نظر آتی ہیں۔ شعراء میں ایک گروپ ایسا ہے، جو قلب کی گہرائی سے، جذبہ انسانی کے ہاتھوں مجبور ہو کر، ممدوح کی تعریف کرتا نظر آتا ہے، جبکہ ایک ایک طبقے کا مقصد اس شعری صنف کو کسب کا ذریعہ بنانا ہے۔ اول الذکر گروپ میں زہیر بن ابی سلمی اور ارؤالقیس کا نام لیا جاسکتا ہے۔ زہیر بن ابی سلمی نے اپنے مشہور معلقہ میں ہرم بن سنان کی جو تعریف کی ہے، یا امرؤالقیس نے بنو تمیم کی، جنہوں نے اسے پناہ دی تھی، جو مدح کی ہے، وہ اسی شعری جذبے سے عبارت ہے، جس میں صداقت بنیادی خاصہ ہوتی ہے۔ جذبے کی صداقت سے مجبور ہو کر، جب شاعر ممدوح کی تعریف کرتا ہے، تو شعری پیغام کی ترسیل اور تاثیر عمدہ طریقے سے ہوتی ہے دوسرے طبقے میں اعشی اور نابغہ جیسے شعراء کا نام لیا جاسکتا ہے، جن کے مدحیہ قصائد ایک خاص مقصد، یعنی کسب کی نیت سے کہے گئے ہیں؛ اسی لئے تاثیر و تاثر میں ان کے مدحیہ قصائد کو وہ درجہ نہیں دیا جاسکتا ہے، جو پہلے گروپ کے شعراء کا ہے۔

## مدح صدر اسلام میں:

صدر اسلام میں چوں کہ اسلام نے زندگی کی تمام جہات پر اثر ڈالا؛ اس لئے مدحیہ قصائد کی صورت میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اسلام کی تعلیمات میں کذب کی گنجائش بالکل نہ تھی اور اسلام اعلی انسانی اخلاق کا داعی تھا؛ اس لئے جو مدحیہ شاعری صدر اسلام میں وجود پذیر ہوئی، اس میں صدق کا عنصر بنیادی محور تھا۔ چنانچہ مدح نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حسان اور کعب کے قصائد کو اسی ضمن میں رکھا جاسکتا ہے، بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مدیح میں، مدیح نبوی ایک آزاد حیثیت سے اس عہد میں سامنے آئی، جو ادبیات عربی میں گراں قدر اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔

## مدح اموی دور میں:

عہد بنی امیہ میں اسلام کی تعلیمات کا قدرے انحطاط ہوا۔ سیاسی جنگوں، مختلف فرقوں کے پیدا ہونے اور دربار کے وجود میں آنے کی وجہ سے شعراء میں سیاسی صف بندی ہو گئی، جس کا اثر مدحیہ شاعری میں بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ صدر اسلام میں صداقت کا جو عنصر بنیادی حیثیت رکھتا تھا، اس میں تبدیلی رونما ہو گئی۔ الگ الگ مقاصد سے شعراء نے قصائد کہنا شروع کر دیئے، لیکن اس کا فائدہ یہ ہوا کہ کثرت سے مدحیہ قصائد کہے گئے، بلکہ ایک آزاد صنف کے طور پر جس کی پیدائش صدر اسلام میں ہو چکی تھی، وہ صنف عہد امیہ میں جوان ہو گئی۔ جریر، اخطل اور فرزدق جیسے نمائندہ شعراء نے اس میں معتدبہ طور پر حصہ لیا۔

## مدحیہ شاعری کے لوازمات:

ابتدائی مدحیہ قصائد میں کوئی باضابطہ اصول نظر نہیں آیا، بلکہ دیگر اصناق سخن کی طرح یہ صنف بھی دھیرے دھیرے پروان چڑھی، پھر کچھ ایسے اصول سامنے آتے گئے، جن کی پیروی ہر مدحیہ قصیدے میں لازمی عنصر بن گئی۔ ابتدائی مدحیہ قصائد میں جذبات کی صداقت اور شعری تجربے کی شفافیت پر زیادہ زور نظر آتا ہے۔ قدامہ بن جعفر کے خیال میں ، مدحیہ قصائد میں، ممدوح کی اندرونی صفات یا دوسرے لفظوں میں ایسی صفات کو موضوع سخن بنایا جاتا ہے، جو ممدوح کی نفسیاتی کیفیت کو آشکارا کرتی ہیں۔ خالص بنیادی انسانی صفات مثلا عقل وشجاعت، عدل وعفت وغیرہ کو، کوئی شاعر کسی ممدوح کے اندر تلاش کرکے اپنا شعری مضمون قلم بند کرتا تھا، بعد میں دیگر انسانی صفات مثلا قناعت، صبر اور فیاضی وغیرہ موضوعات بھی آ گئے۔ گویا شاعر ممدوح کی ان باطنی خوبیوں کی تلاش کرتا تھا، جو کسی بہتر انسان کے اندر بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں۔ ابن رشیق نے اس موضوع کو وسعت دیتے ہوئے، قدامہ بن جعفر سے قدرے اختلاف کیا ہے۔ ابن رشیق کے خیال میں ممدوح کا ظاہری خد وخال بھی موضوع مدح ہو سکتا ہے مثلا خوبصورتی یا پھر حسن اخلاق یا اس کی مال داری۔ گویا مدح میں کوئی شاعر ممدوح کی ہر اس چیز پر گفتگو کر سکتا ہے، جو اس کے نزدیک باعث مدح ہو۔ اس طرح سے مدح کا دامن وسیع تر ہوتا چلا گیا، شعراء نے ہر اس خوبی کو اپنے کلام میں جگہ دے دی، جو ان کے نزدیک ممدوح کے لئے باعث توصیف ہو سکتی تھی۔

جہاں تک مدحیہ شاعری کے لسانی اسلوب کا تعلق ہے تو عام طور پر مدح گو شعراء نے موضوع کی مناسبت سے ایسی زبان استعمال کی ہے جو ابتذال سے بالکل پاک ہوتی ہے؛ کیوں کہ ممدوح کی شخصیت کو مثالی بنا کر پیش کرنا اس کا مقصد ہوتا ہے؛ اسی لئے شاعر ایسی زبان استعمال کرتا ہے، جو اظہار بیان کے مناسب ہوتی ہے، الفاظ بالکل صاف ستھرے ہوتے ہیں بلکہ ٹھوس الفاظ ہوتے ہیں جس میں قاری مفہوم تک بڑی آسانی سے رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

مدحیہ قصیدے کی ابتداء بھی عام قصائد کی طرح ہوتی ہے بلکہ ایک قصیدے کے جتنے عناصر ترکیبی ہوتے ہیں، ان سب کی پیروی مدحیہ قصائد میں ہوتی ہے۔ مدحیہ قصائد نہ تو بہت طویل ہوتے ہیں نہ بہت مختصر۔

### اندلس میں مدیح:

اندلس میں مسلمانوں کے تقریبا آٹھ سو سالہ دور حکمرانی میں جب سرکاری زبان عربی تھی اور اشرافیہ کے علاوہ عوام میں بھی عربی کو قبولیت حاصل ہو چکی تھی، شاعری کی تمام اصناف کا پروان چڑھنا نا گزیر تھا۔ چوں کہ حکمرانوں کا تعلق عام طور پر عرب کی سرزمین سے تھا اس لئے شعراء کی سرپرستی بھی ہوتی تھی۔ ان شعراء نے مشرق کے اپنے معاصرین یا قدماء کی پیروی کی، نہ صرف موضوعات میں بلکہ طریقہ تعبیر بھی مشرق جیسا ہی تھا۔

عصر الولاۃ میں مدحیہ قصائد یا پھر شعری تجربات کی کوئی روداد تاریخ ادب کے صفحات میں محفوظ نہیں ہے۔ عبد الرحمٰن الداخل سے مؤرخین ادب نے عام طور پر شعر گوئی کی ابتداء کو تسلیم کیا ہے، لیکن مدحیہ قصائد کی باقاعدہ شکل اس عہد میں بھی نظر نہیں آتی ہے۔ اس کی غالب وجہ رہی ہوگی کہ عبد الرحمٰن الداخل کا زمانہ جہد مسلسل کا زمانہ ہے۔ اندرونی اور بیرونی چیلنجز اور کشمکش کی مسلسل صورت حال کی وجہ سے عربوں کو غالباً ایسے حالات میسر نہ آسکے کہ وہ طویل قصائد کہہ سکیں یا اگر انہوں نے قصائد کہے بھی تو تاریخ انہیں محفوظ نہ کر سکی، اس لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل ہے کہ سرزمین اندلس میں پہلا مدحیہ قصیدہ کون سا تھا۔

**ابتدائی دور:**

اموی حکومت کے استقرار کے بعد ہمیں عبد الرحمٰن اوسط اور اس کے پسر محمد کے زمانے میں مدحیہ قصائد مکمل شکل میں ملتے ہیں۔ عبد الرحمٰن اوسط فنون لطیفہ کی سرپرستی کرتا تھا اور علم دوست تھا؛ اس لئے اس کی شخصیت سے متاثر ہو کر مدحیہ قصائد کثرت سے لکھے جانے لگے۔

**تکمیلی دور:**

شاعری کی یہ صنف یا مدحیہ قصائد ہمیں بھرپور شکل میں، عبد الرحمٰن الثالث کے زمانے میں نظر آتے ہیں۔ عبد الرحمٰن الثالث تقریباً نصف صدی تک اندلس کا حکمراں رہا۔ اس کے زمانے میں اندلسی ثقافت بہت پروان چڑھی اور مغرب میں قرطبہ، مشرق کے بغداد کا ہم پلہ یا اس سے سوا نظر آنے لگا۔ شہر قرطبہ علم و تہذیب کا مرکز بن گیا۔ چنانچہ شعراء نے اس کے دور حکمرانی کی خوبیوں سے متاثر ہو کر کثرت سے مدحیہ قصائد کہے۔ چوں کہ عبد الرحمٰن الثالث کی عیسائی حکمرانوں کے ساتھ معرکہ آرائیاں بھی جاری تھیں، اس لئے اس صورت حال نے بھی مدحیہ قصائد کے لئے فضا ہموار کی بلکہ ایک طریقے سے مدحیہ قصائد کی ایسی زمین تیار کر ڈالی جو بہت بار آور ثابت ہوئی؛ کیوں کہ عیسائی حکمرانوں سے جنگیں ای خاص مذہبی جذبے کو ہوا دیتی تھیں، جس سے متاثر ہو کر شاعر اپنے مدحیہ قصائد قلم بند کرتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اگر کہیں تو کسی مدحیہ قصیدے کے کہنے کے لئے جو خارجی عناصر درکار ہوتے ہیں، وہ سب عبد الرحمٰن الثالث کے زمانے میں موجود تھے؛ اس لئے مدحیہ قصائد کثرت سے کہے گئے بلکہ شاعر اس صنف میں زمانہ جاہلیت کے مؤرخ کے طور پر نظر آتا ہے، جو بادشاہ وقت کے متاثر کن کاموں کو شعری پیراہن عطا کر کے اس کی شخصیت کو سحر آگیں اور مثالی بنا دیتا ہے۔

**عروج و کمال کا دور:**

اموی حکومت کے زوال کے بعد بلکہ اس سے قبل فتنہ کے دور سے لے کر مرابطین کی آمد تک مدحیہ قصائد کا ایک بے مثال زمانہ اندلسی ادب کی تاریخ میں نظر آتا ہے۔ عہد ملوک الطوائف کو ہم مدحیہ قصائد کا اوج کمال کہہ سکتے ہیں۔ اس زمانے میں شعراء، اس صنف میں کثرت سے طبع آزمائی کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کی غالب وجہ سیاسی تھی۔ اندلس کی مرکزی حکومت متعدد چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم ہو گئی تھی، قرطبہ کی مرکزیت ختم ہو گئی تھی، دوسرے شہر مثلا اشبیلیہ، طلیطلہ وغیرہ چھوٹے چھوٹے مراکز کے طور پر ابھر آئے تھے، ہر جگہ بااثر لوگوں نے گروپ بنا کر اقتدار پر قبضہ کر لیا تھا، اپنے اقتدار کو جائز قرار دینے اور اپنی شخصیت کو مثالی بنانے کی غرض سے انہوں نے شعراء کی خوب سرپرستی کی اور شعراء نے بھی ان کو مایوس نہیں کیا، چناں چہ کثرت سے مدحیہ قصائد لکھے گئے۔ شعراء میں بھی دونوں قسمیں موجود تھیں، ایک قسم وہ تھی جو ممدوح سے واقعی متاثر اور انعام واکرام سے بے نیاز ہو کر قصیدہ کہتی تھی اور شعراء کا ایک بڑا طبقہ ایسا بھی تھا جس نے اپنی شعری صلاحیت کو جنس بازار بنا ڈالا تھا۔ ایک حکمراں سے داد و دہش ملی تو اس کا قصیدہ کہہ ڈالا۔ دوسرے نے زیادہ دے دیا تو اس کے لئے شعر موزوں کر دیا۔ مختصر لفظوں میں کہا جائے تو عہد طوائف الملوکی میں اندلس، متعدد چھوٹے چھوٹے اندلس میں تقسیم ہو گیا تھا اور کئی قرطبہ وجود میں آ گئے تھے، اس لئے مدح کا فن خوب پروان چڑھا۔ ایک تذکرہ نگار (ابن بسام) نے اس عہد کے اہم شعراء کی روداد تیار کی ہے۔

**مرابطین و موحدین کا دور:**

عہد مرابطین اور موحدین میں شاعری کی عام اصناف کی طرح مدحیہ شاعری بھی ماند پڑ گئی؛ کیوں کہ حکمرانوں کی سرپرستی نہ صرف ختم ہو گئی تھی بلکہ ایک طرح سے حکمرانوں کا خراج صنف شاعری کے لئے سود مند نہ تھا، تو کجا مدحیہ قصائد؟ لیکن چیز نظر آتی ہے وہ یہ کہ اس عہد میں بھی بعض مدح گو شعراء موجود ہیں، جنہوں نے خالص قلبی کیفیت کے زیر اثر مدحیہ قصائد کہے ہیں۔ ان کے مدحیہ قصائد واقعاتی صداقت سے لبریز ہیں، اس عہد کے شعراء نے تنزویراتی مثالی شعری ممدوح تخلیق نہ کرکے، بڑی حد تک حقائق سے قریب تر شاعری کی ہے، ان کا ممدوح صرف اسی وقت فیاض نہیں ہے جب وہ شاعر کو خوش کر دے، بلکہ دوسروں کے حق میں اس کا فیاضانہ مزاج بھی شاعر کو مدح کرنے پر مجبور کرتا ہے، بھلے ہی خود شاعر اس فیاضانہ مزاج سے فیض نہ اٹھا سکا ہو۔

**حکومت غرناطہ کا زمانہ:**

مسلم حکومتوں کے زوال کے بعد صرف غرناطہ کی حکومت باقی بچی تھی۔ حکومت غرناطہ فنون لطیفہ کی سرپرستی کرتی تھی، لیکن وسائل کی کمیابی کی وجہ سے اس حکومت کا مزاج شاہانہ نہیں بن سکا، چنانچہ شعراء کی تعداد کم ہو گئی، جس کا اثر مدحیہ قصائد کی قلّت تعداد میں بھی نظر آتا ہے۔ کہاں عہد ملوک الطوائف جب کہ حکمرانوں کے مابین مقابلہ آرائی کی کیفیت

نے اس صنف شاعری کو خوب سے خوب تر بنا دیا تھا اور کہاں بنو احمر کی صرف ایک حکومت، ظاہر ہے دربار سے بہت سے شعراء کی سرپرستی نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر مالدار اشرافیہ، جن کی تعداد عہد بنی امیہ میں بہت زیادہ تھی، وہ بھی سکڑ گیا تھا، جب کہ عہد بنی امیہ مین یہ طبقہ بھی فنون لطیفہ کی سرپرستی کرتا تھا۔ ان سب عوامل کا نتیجہ مدحیہ شاعری میں قلّت کی شکل میں ظاہر ہوا۔

**مجموعی نظر:**

اندلس کی پوری ادبی تاریخ میں مدحیہ قصیدہ گو شعراء بہت زیادہ ہیں، کوئی قابل ذکر شاعر ایسا نہیں ہے جس نے اس صنف میں ہاتھ نہ آزمایا ہو، لیکن اگر معیاری قصیدہ گو شعراء کا تذکرہ ہوگا تو درج ذیل ناموں کا اعتبار ضروری ہوگا؛ کیوں کہ مدیح پر گفتگو ان کے تذکرے کے بغیر نامکمل رہے گی:

مومن بن سعید، طاہر بن حزم، عباس بن فرناس، ابن عبد ربہ، عبید اللہ بن یحی بن ادریس، ابن ہانی، ابن دراج قسطلی، ابن عمار، ابن حداد، الاعمی التطیلی، الرصافی محمد بن غالب، ابن حمدیس، ابن زیدون، ابن ہید، ابن عبدون، ابن خفاجہ، ابن العسال، ابو اسحاق الالبیری۔

درج بالا ناموں کا تذکرہ کوئی حتمی فہرست نہ ہو کر صرف ان ناموں کے ذکر پر محمول ہے جن کے مدحیہ قصائد اندلسی ادب کی تاریخ میں اہم مقام رکھتے ہیں، ورنہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ کوئی شاعر ایسا نہ تھا جس نے مدحیہ قصیدہ نہ کہا ہو۔

**اندلسی مدیح کے امتیازات اور شعراء کے طبقات:**

عام طور پر یہ تصور موجود ہے کہ اندلسی شعری ادب مشرق کی نقالی سے معمور ہے، اس تصور کو یکسر رد بھی نہیں کیا جا سکتا، لیکن اندلسی شاعری میں اور اس کی اس صنف میں جس کا تذکرہ کیا جارہا ہے، بعض امتیازات بھی ہیں، جو قابل توجہ ہیں۔ اندلس کے مدحیہ قصائد کے شعراء کی تاریخ میں اگر ابن زیدون کو دیکھا جائے، تو اس کا امتیاز یہ ہے کہ اس نے غزل اور مدح میں امتزاج پیدا کر دیا تھا، اس کے غزلیہ قصائد کو اس کے مدحیہ قصائد میں بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔

بعض شعراء نے عام روش سے ہٹ کر پورا قصیدہ ممدوح کی تعریف میں کہہ ڈالا، مثال کے طور پر ابن حمدیس کے اس قصیدے کو پیش کیا جا سکتا ہے، جو اس نے ابو الحسن علی بن یحی کی تعریف میں کہا تھا، یا ابن شہید کا وہ مدحیہ قصیدہ جو اس نے ابن حمود کی تعریف میں کہا تھا۔ ان شعراء نے ایک الگ طرح کے مدحیہ قصائد کا تجربہ کیا، جس میں قصیدے کے وہ عناصر ترکیبی غائب ہیں جو عام قصیدے کی تعریف میں ضروری خیال کئے جاتے ہیں۔

اندلسی مدحیہ قصائد قلم بند کرنے والوں میں بعض ایسے شعراء بھی نظر آتے ہیں، جنہوں نے عام اندلسی شاعری کے اس وصف کو برتا ہے جسے ہم شعر الطبیعہ کے نام سے جانتے ہیں۔ مدحیہ قصیدہ گوئی میں بھی فطرت کی عکاسی واضح طور پر نظر آتی ہے، بلکہ عام طریقے سے ہٹ کر انہوں نے اپن مدحیہ قصیدوں کی ابتداء فطرت کی عکاسی سے کی ہے، گویا اس طبقے نے بھی قصیدہ گوئی میں نیا تجربہ کیا ہے۔ابن خفاجہ کے مدحیہ قصائد کو اس صف میں رکھا جاسکتا ہے۔ ابن خفاجہ نے اپنے مدحیہ قصائد میں اسی روش کو برتا ہے۔

درج بالا امتیازات کے علاوہ اندلس کی مدحیہ شاعری میں ایک اور چیز کی طرف اشارہ کرنا ضروری محسوس ہوتا ہے، وہ شعراء کی باہمی تقسیم۔ مدح گو شعراء کو اگر تقسیم کیا جائے، تو ایک طبقہ ان شعراء کا ہے، جو خود اعلی مراتب پر سرفراز تھے اور مدحیہ قصائد کہتے تھے مثلا ابن زیدون، ابن عمار، ابن عبدون۔ یہ شعراء مختلف اوقات میں اعلی حکومتی مناصب پر فائز تھے، گویا ان تعلق طبقہ اشرافیہ سے تھا، اس لئے داد و دہش کا حصول ان کا مقصد شاعری نہ تھا۔ایک طبقہ ایسے مدح گو شعراء کا بھی ہے، جو اپنی وفاداریاں بدلتے رہتے تھے، کبھی اس حکمراں کے پاس چلے گئے، کبھی اس حکمراں کے پاس چلے گئے، ان کا مقصد صرف زیادہ سے زیادہ انعام واکرام حاصل کرنا تھا اور وہ اس میں کامیاب بھی رہے۔اس کی ایک واضح مثال ابن اللبانہ کی دی جاسکتی ہے، ملوک الطوائف میں وہ کئی حکمرانوں کے قریب رہا، کبھی وہ معتمد بن عباد کی مدح کرتا نظر آتا ہے اور کبھی مبشر بن سلیمان کی مدح کرتا ہے اور کبھی معتصم بن صمادح کی مدح کرتا ہے، جب کہ تینوں الگ الگ علاقوں کے حکمراں تھے۔

ایک طبقہ ایسے شعراء کا بھی ہے جنہوں نے اپنی وفاداریاں تبدیل کیں، لیکن اس تبدیلی کا مقصد کسی اور سے انعام و اکرام حاصل کرنا نہ تھا، بلکہ مخصوص حالات کی وجہ سے ان کے ممدوح بدل گئے۔اس تبدیلی کی وجہ ان کی وہ نظریاتی تبدیلی تھی جو غور و فکر کا نتیجہ تھی، انہوں نے قلم کی تجارت نہ کرکے صدق دل سے متعدد ممدوح بنائے، ابو اسحاق الالبیری، ابن العسال اور ابن خفاجہ جیسے شعراء کو اس صف میں گنا جاسکتا ہے۔

### اندلسی مدحیہ شاعری میں مدیح نبوی:

اندلسی مدحیہ شاعری پر اس گفتگو کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مدح کی اس صنف پر مختصر روشنی ڈال دی جائے جسے ہم مدح نبوی یا نعت کہتے ہیں اور جو اندلس میں بھی کسی نہ کسی طور پر موجود رہی۔ دنیا کے ہر علاقے کا مسلمان اور ہر زبان میں گفتگو کرنے ولا بھلا ذات نبوی سے کیسے لاتعلق رہ سکتا ہے؛ کیوں کہ یہی وہ ذات ہے جس سے اس کو روشنی حاصل ہوتی ہے۔ ہر زبان کے شعراء بالخصوص مسلم شعراء نے مدح میں کسی نہ کسی طور پر حصہ لیا ہے، پھر بھلا اندلس اس سے خالی کیوں رہتا؟ اندلس میں بھی نعت خوب پروان چڑھی۔ اگر فہرست مرتب کی جائے تو بہت سے شعراء اس

میں جگہ پائیں گے، لیکن مختصراً تین ایسے شعراء کا نام لیا جاسکتا ہے جن کے نعتیہ قصائد کی اہمیت دوچند ہے۔ اول عبد العزیز الفشتالی، جن کے نعتیہ قصیدے کی ابتداء درج ذیل شعر سے ہوتی ہے:

محمد خير العالمين بأسرها

وسيد أهل الأرض من الإنس والجان

دوسرا نام قاضی عیاض کا لیا جاسکتا ہے، جن کا رائیہ قصیدہ نعت کی صنف میں ممتاز ہے اور جس کی ابتداء درج ذیل شعر سے ہوتی ہے:

قف بالركاب فهذا الربع و الدار

لاحت علينا من الأحباب أنوار

تیسرا نام ابن خطیب کا لیا جاسکتا ہے، جس کا دالیہ قصیدہ صنف نعت میں نمایاں مقام رکھتا ہے، اس میں اس نے مقامات مقدسہ کا ذکر کیا ہے، قصیدے کی ابتداء درج ذیل شعر سے ہوتی ہے:

تألق نجديا فاذكرني نجدا

وهاج لي الشوق المبرح والوجدا

اس مختصر گفتگو کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ مدیح کی صنف میں اندلسی شاعری مدیح نبوی سے خالی نہیں ہے، بلکہ ایک نمایاں حصہ نعت کا بھی ہے۔

**خاتمہ کلام:**

اندلسی عربی شاعری میں مدیح پر گفتگو ختم کرتے ہوئے بطور خلاصہ کہا جاسکتا ہے کہ اندلسی شعراء نے اس صنف میں بھی قدیم شعری اسلوب کی پیروی کی ہے۔ قصیدہ کے لوازم ان کے یہاں موجود تھے، ہاں کبھی کبھی اس سے انہوں نے انحراف بھی کیا ہے، جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ قصیدے کی ابتداء میں کبھی کبھی انہوں نے خمریات یا فطرت کی توصیف کی ہے، یا کبھی کبھی بیوی کی اپنے شوہر سے ملاقات سے قصیدہ شروع ہوتا ہے، جو اپنے ممدوح سے ملنے چلا گیا ہے، جیسا کہ ابن دراج کے یہاں ملتا ہے۔ عام سے شعراء نے زبان کی سادگی کا دھیان رکھا ہے، ثقیل و غریب الفاظ سے اجتناب کیا ہے۔ ابن ہانی کو اسے استثناء حاصل ہے۔ اس نے جعفر بن علی کی مدح میں غریب الفاظ استعمال کئے ہیں۔

کل ملا کر شاعری میں مدیح کی بہت واضح تطویر اندلسی ادب کے ذخیرے میں ہمیں دکھائی دیتی ہے، جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔

**ممکنہ سوالات:**

عربی کی مدحیہ شاعری کی ابتدا پر نوٹ لکھئے۔

عربی کی مدحیہ شاعری کی تعریف کیا ہے؟ لغوی اور اصطلاحی معانی بیان کیجئے۔

زمانہ جاہلیت کے بعض اہم مدح گو شعراء کا تذکرہ کیجئے۔

مدحیہ شاعری کے لوازمات پر مضمون لکھئے۔

اندلس میں عہد ملوك الطوائف میں صنف مدح کی صورت حال واضح کیجئے۔

عبدالرحمٰن الناصر کے زمانے میں مدح گوئی کی ترقی پر نوٹ لکھئے۔

اندلس کے بعض اہم مدح گو شعراء کا تذکرہ کیجئے۔

اندلسی مدحیہ قصائد کے بعض امتیازات پر روشنی ڈالئے۔

اندلس کی عربی شاعری میں مدیح نبوی کی کیا صورت حال تھی؟ واضح کیجئے۔

**مطالعے کے لئے کتابیں:**


- فی الادب الاندلسی، رضوان الدایۃ، دار الفکر، دمشق، 2000م۔
- المدیح فی الشعر العربی، سراج الدین محمد، دار الراتب الجامعیہ، بیروت۔
- اندلسی ادب پر دیگر امہات کتب مثلا نفح الطیب للمقری اور الذخیرہ لابن بسام وغیرہ اور مختلف کتابوں میں شعرائے اندلس کے تراجم کے ضمن میں۔